پاکستان میں ذخائر مخطوطات ۔ ایک جائزہ

پروفیسر عبدالجبار شاکر☆

تہذیب عالم کی تاریخ اور اس کے ارتقاء کے نقوش یوں تو آثار قدیمہ کی شکل میں موجود ہیں۔ جن کی ایک شہادت دنیا بھر کے عجائب گھروں کی مختلف گیلریوں میں دکھائی دیتی ہے مگر انسانی تہذیب کا سب سے مستند اور جامع ریکارڈ ہمیں مخطوطات کے علاوہ کہیں اور بھرپور شکل میں نہیں ملتا۔ اس تہذیب کے تمدن اور ثقافتی آثار بعثت اسلامی سے قبل یونانی، مصری، چینی اور ہندی خطوں میں مختلف اور متنوع شکلوں میں ملتے ہیں مگر یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ اس عالمی تہذیب کو اپنے آثار کے تحفظ کے لئے سب سے معتبر اور بااعتماد ذریعہ اور وسیلہ مخطوطات کی صورت میں میسر آیا ہے۔ یہی باعث ہے کہ دنیا کی تمام مہذب اقوام مجبور ہیں کہ ان مخطوطات کو جمع کریں اور اس حوالے سے اپنی تحقیق و تدوین کو سائینٹفک اسلوب کے ساتھ اہل علم کے سامنے پیش کریں۔ یہ بات واضح ہے کہ ان مخطوطات کے حوالے سے جن علوم و فنون کو محفوظ کیا گیا ہے اس کے بغیر تہذیب عالم ایک زبردست خلا کا شکار ہو سکتی ہے نیز اس سے تہذیبی ارتقاء میں ایک انقطاع پیدا ہوتا ہے جس سے بچنے کے لئے تمام غیر مسلم اقوام اپنے کو مجبور پاتی ہیں کہ وہ ان مخطوطات کے ذخائر کو جمع کریں اور اس حوالے سے تحقیق کے اعلیٰ ترین اسلوب کے ساتھ علوم و افکار انسانی کو مدون کریں۔ نتیجۃً آج یوپ اور امریکہ کے بیسیوں ادارے ان مخطوطات کے حصول کے لئے سرگرداں ہیں۔ اگرچہ ان اقوام نے اپنے استعماری اور استبدادی دور میں ان علمی خزائن کو لوٹنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ یورپ اور امریکہ کے سینکڑوں اداروں میں ہزاروں مخطوطات ان کی اس غارتگری اور لوٹ کھسوٹ کی گواہی دیتے ہیں، جس کے بارے میں علامہ اقبال نے شکوہ کیا تھا۔

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارہ

☆ ڈائریکٹر، ڈائریکٹریٹ آف پبلک لائبریریز پنجاب، لاہور

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

تاریخ تہذیب کا یہ ایک دلچسپ موضوع ہے کہ انسان نے اپنے افکار و خیالات کو کس طرح لفظوں اور تحریر کے قالب میں ڈھالا اور پھر یہ تحریریں کس طرح کتاب کی شکل اختیار کرتی چلی گئیں۔ تحریر کی ابتداء اور اس کے ارتقاء کی داستان بہت ہی دلکش اور دلآویز ہے۔ ماہرین علم الانسان نے اس موضوع پر اپنی تحقیق کو کئی کتابوں کی صورت میں پیش کیا۔ تصویری خط (Pictography) کے نمونے آج سے ساڑھے پانچ ہزار سال قبل ملتے ہیں۔ یہ خط بعد ازاں تصوری خط (idiography) کی شکل اختیار کر گیا۔ پھر یہی خط میخی (cunei form)' لکیری تحریر (Linear writing) رکن تہجی (Syllabic Writing) اور الف بائی خط (Alphabatic) کے مراحل سے گزرتا ہوا ایک خاص رسم الخط کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

آثار قدیمہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ میسو پوٹامیا میں سب سے پہلے سمیری قوم کے نشانات ملتے ہیں جو دریائے فرات کے ساتھ چلتے ہوئے خلیج فارس تک پہنچ گئے۔ سمیری قوم کے مختلف کتبوں کے مطالعے سے بھی خط کے ارتقا کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ تحریریں چھال' پتیاں' ہڈی' سینگ' پتھر کی چٹانوں اور سلوں پر ملتی ہیں۔ مگر دو ہزار قبل مسیح تک تحریر کے لئے ایک نیا سامان میسر آیا اور یہ نرم گندھی ہوئی مٹی کی تختیاں تھیں جن پر لکھنا آسان تھا۔ ان پر مختلف تصویریں اور نقوش جلد لکھے جا سکتے تھے۔ ان تختیوں کا سائز عموماً" بارہ انچ لمبائی اور آٹھ انچ چوڑائی کی شکل تھا۔ مٹی کی ان تختیوں پر لکھنے کے بعد انہیں پکا کر پختہ کر لیا جاتا تھا۔ جن کا مشاہدہ آج دنیا کے مختلف عجائب گھروں میں کیا جا سکتا ہے۔ سمیریوں کے بعد دجلہ اور فرات کے شمالی حصوں میں عکاری قوم ابھری جس نے آگے چل کر میسو پوٹامیا میں بابل اور عاشوری تہذیبوں کو جنم دیا جن کی زبان پندرھویں صدی قبل مسیح میں دنیا کی سب سے زیادہ ارتقاء پذیر اور معیاری قرار دی گئی۔ جس کے بعد حتی قوم نے (Hittites) دو ہزار قبل مسیح سے پانچ سو قبل مسیح کے درمیان اس طرز تحریر میں مزید پختگی پیدا کر لی جس کے آثار ڈاکٹر ہیوگو ونکلر (Dr.Hugo Winkler) نے بیس ہزار متی کی تختیوں کی شکل میں دریافت کیئے۔

سمیری تہذیب کے بعد نیل کے کناروں پر آباد ہونے والی قوم کو دنیا کی دوسری بڑی تہذیب کے بانیوں میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ یہ مصری تہذیب پانچ ہزار قبل مسیح سے تعلق رکھتی ہے۔ ان کا طرز تحریر ہیرو غلیفی (Hiroglaphic) کہلاتا ہے۔ اس خط میں سب سے قدیم تحریر ۵۴۰۰ قبل مسیح سے متعلق دریافت ہوئی ہے جو پیپرس پر لکھی ہوئی ہے۔ یہ خط بھی پیپرس سے پہلے پتھر اور لکڑی کی تختیوں' ابنوس' ہاتھی دانت اور چند دیگر چیزوں پر کندہ کیا جاتا تھا۔ دریائے نیل کے

کنارے پیپرس نام کا ایک پودا بکثرت ہوتا تھا۔ یہ بانس کی قسم کا ایک پودا تھا۔ اس پودے کی چھال سے چٹائی جیسی لمبی چادریں تیار ہوتی تھیں۔ ایک خاص طریق کار کے ذریعے اس کو لکھنے والے کاغذ کی صورت دی جاتی تھی۔ گزشتہ پانچ ہزار سال پہلے کی وہ سکرول (Scrol) آج بھی عجائب گھروں میں موجود ہیں جن پر ہیرو غلیفی خط کی تحریریں نقش ہیں۔ پیپرس پر قلم اور روشنائی سے لکھا جاتا تھا۔ اسے ہم کاغذ' قلم اور روشنائی کے استعمال کا اولین عہد قرار دے سکتے ہیں۔ اسکرول کی طرز پر صفحات کے نشانات کے ساتھ لکھی ہوئی کتابیں اور مخطوطات بکثرت ہمارے عجائب گھروں اور کتب خانوں میں موجود ہیں۔ جن پر قدیم مصری ادب کے شہ پارے درج ہیں۔

اسی دور میں چین کے علاقے میں لکڑی کی تختیوں اور ریشم کے کپڑے پر بھی تحریر کا کام لیا جاتا تھا۔ تین ہزار قبل مسیح کے یہ نمونے ہمارے آثار قدیمہ کا حصہ ہیں۔ اسی دور کے اواخر میں چین میں کاغذ ایجاد ہوا اور یہ تحریریں کاغذ پر لکھی جانے لگیں۔

خط اور تحریر کے یہ نمونے ہمیں عرب و عجم' سندھ و ہند اور چین و جاپان میں بھی ملتے ہیں۔ برصغیر میں آٹھ سو قبل مسیح میں تحریر کے نمونے بھرج' پتھر اور تاڑ کے پتوں پر بھی ملتے ہیں۔ قدیم سنسکرت کی تحریریں ان پر لکھی گئیں مگر فنیقی قوم نے صوتی حروف تہجی کی ابتدا کر کے تحریر کے عمل میں مزید آسانی اور دلکشی پیدا کر دی۔

کاغذ کی ایجاد اصلاً" چین کا کارنامہ ہے۔ جنہوں نے اس صنعت کو قائم کیا۔ سات سو سال تک یہ ایجاد ان کے ہاں ایک سربستہ راز رہی لیکن عربوں نے کسی نہ کسی طرح یہ فن اہل چین سے سیکھ لیا اور آٹھویں صدی عیسوی میں سمرقند میں کاغذ کا پہلا بڑا کارخانہ قائم ہو گیا۔ جلد ہی یہ فن عالم اسلام کے تمام شہروں تک پھیل گیا۔ عربوں کی مدد سے کاغذ کے یہ کارخانے پہلے اسپین اور پھر اطالیہ میں قائم ہوئے۔ اور یوں کاغذ سازی کی صنعت مسلمانوں کے توسط سے پورے یورپ میں پھیل گئی۔ ۱۴۰۳ء میں ہالینڈ اور جرمنی میں زیلہ گرافی طرز کی مشینی پرنٹنگ بھی شروع ہو گئی۔ جو بڑی سرعت کے ساتھ تمام یورپی ممالک میں پھیل گئی۔ برصغیر میں پہلا پرنٹنگ پریس ۱۵۵۶ء میں گوا کے سینٹ پال کالج میں قائم ہوا۔ تقریباً سو سال بعد تک یہ چھپائی کی صنعت جنوبی ہندوستان کے ساحلی قصبوں میں پھیل گئی۔ عربی' فارسی' اور اردو کتابوں کی اشاعت کا آغاز ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانے میں ہوا۔ مگر پرنٹنگ کے یہ وسائل بہت محدود تھے۔ اس لئے سترہویں صدی عیسوی کے اختتام تک بھی بکثرت مخطوطات عالم اسلام کے تمام تہذیبی مراکز' شہروں یہاں تک کہ دیہات تک میں لکھے جا رہے تھے۔

پانچ ہزار قبل مسیح سے سترہویں صدی عیسوی تک کا بیشتر علمی سرمایہ مخطوطات کی شکل میں موجود ہے۔ یہ بات بغیر کسی تعصب کے تحقیق کی روشنی میں کہی جا سکتی ہے کہ دنیا بھر کے مخطوطات کی غالب تعداد اور اکثریت مسلمانوں کے علوم و فنون سے متعلق ہے۔ اس ملت کو آغاز وحی سے ہی اقراء اور پھر والقلم وما یسطرون کی تعلیم دی گئی ہے۔ قرآن مجید کی برکات میں سے ایک عظیم خدمت تحریر و کتابت کے فن سے متعلق ہے۔ اس مقدس کتاب کی تحریر و تسوید نے متعدد فنون کو جنم دیا۔ کاغذ سازی' جلد سازی' روشنائی سازی' تذہیب کاری' نقاشی' خطاطی اور دیگر متعلقہ فنون میں بے پناہ ترقی ہوئی۔ پرنٹنگ پریس کے رواج سے پہلے ہر مسلمان بادشاہ سے لے کر ایک عام مسلمان تک قرآن مجید کے نسخے کو اپنے پاس تلاوت اور علم وحی کے اکتساب کی خاطر یا تو خود لکھتا تھا یا پھر اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ مسلمان خطاطوں اور نقش گروں نے جتنا خون جگر اور عقیدت اس کتاب کے لئے نچھاور کی ہے اس کے نتیجے میں آج لاکھوں مصاحف دنیا کے مختلف کتب خانوں' عجائب خانوں' درسگاہوں اور ذاتی ذخیروں میں جمع ہیں۔ گزشتہ چودہ سو سالوں میں اس کتب مبین کو کوفی' ثلث' اقلاع' محقق' ایمان' نسخ' تعلیق' بہار اور نستعلیق کی سینکڑوں قلموں کے حوالے سے لکھا گیا ہے۔ تزئین خطوط میں بھی اسے تحریر کیا گیا ہے۔ آج یہ لاکھوں مصاحف عہد اسلامی کے مختلف ادوار کے ثقافتی اور فنی کمالات کے ساتھ پوری انسانیت کے لئے سرمایہ فخر و مباہات ہیں۔ ان مصاحف نے تہذیب انسانی کے ثقافتی سرمائے کو سب سے زیادہ متاثر کیا ہے۔ اس ایک کتاب سے کئی کتبخانے تیار ہوتے ہیں جن میں علوم قرآنی کا ایک عظیم الشان ذخیرہ مخطوطات کی شکل میں مرور ایام کی تمام تر حشر سامانیوں کے باوجود موجود ہے۔ ان مصاحف کی تہذیبی اور ثقافتی سربلندی کا یہ عالم ہے کہ دنیا کا کوئی ایسا اہم کتب خانہ اور عجائب گھر ایسا نہیں جہاں ان مطلا و مذھب و منقش اور خطاطی کے نمونوں کو زینت اور قدردانی کے بطور نہ رکھا گیا ہو۔

مشہور جرمن مستشرق رٹر (Ritter) کے مطابق آج دنیا میں کل چار لاکھ مخطوطات ہیں جن میں اڑھائی لاکھ ترکی میں ہیں جب کہ باقی ماندہ ڈیڑھ لاکھ دنیا کے دیگر ممالک کے سرکاری کتب خانوں' درسگاہوں' عجائب گھروں اور نجی ذخائر کی صورت میں موجود ہیں۔ اگر مصاحف قرآنی کو بھی اس تعداد میں شامل سمجھا جائے تو پھر یہ تعداد کسی طور پر بھی درست نہیں ہے۔ کیونکہ قیاسی طور پر اس قدر تعداد تو انہی مصاحف قرآن کی بھی ہے۔ میرے جیسے ایک فقیر کے کتب خانے میں بھی ایک ہزار کے قریب یہ مصاحف موجود ہیں۔ پاکستان کے سرکاری اداروں' جامعات

کے کتب خانوں، عجائب گھروں، درسگاہوں، قرآن محلوں اور نجی ذخائر میں میرے اپنے مشاہد کے مطابق پچاس ہزار سے زائد مصاحف موجود ہیں۔ پنجاب میں قائم ہونے والے سنٹرل قرآن میوزیم میں صرف پانچ سال میں (۹۱۔۱۹۸۶) سات سو کے قریب قرآن مجید کے قلمی نسخے حاصل کئے گئے ہیں۔ اگر گزشتہ پانچ سال میں اس ادارے کی امداد بند نہ کی جاتی تو یقیناً یہ تعداد اس سے دگنی ہو سکتی تھی۔ قرآن مجید کے قلمی نسخوں کے ذخیروں کے سلسلے میں پنجاب میں سالار والا اور باہومان ضلع شیخوپورہ میں اور دارالاحسان سمندری روڈ ضلع فیصل آباد میں خطی مصاحف کے کم از کم دو ہزار سے زائد نسخے موجود ہیں۔ موضع سردار جھنڈ پر تحصیل میلسی میں بھی ایک ہزار کے قریب قلمی مصاحف کا ذخیرہ موجود ہے۔ پنجاب پبلک لائبریری لاہور کے بیت القرآن میں بھی بیاسی عمدہ نسخے موجود ہیں۔ علاوہ ازیں نیشنل میوزیم کراچی، عجائب گھر لاہور، بادشاہی مسجد لاہور، شاہ گردیز ملتان، گیلانی لائبریری اچ شریف، سنٹرل لائبریری بہاولپور اور سندھ کے بعض روحانی مراکز سے وابستہ شخصیات کے ہاں سینکڑوں کی تعداد میں یہ مخطوطات پائے جاتے ہیں۔ میرے پاس ملک کے چاروں صوبوں سے متعلق ان سینکڑوں افراد کی فہرست موجود ہے جن کے پاس قرآن مجید کے ان قلمی نسخوں کا سرمایہ دیکھا جا سکتا ہے۔

ملت اسلامیہ برصغیر ایک شاندار ماضی، ایک مضطرب حال اور ایک پرامید مستقبل کی حامل ہے۔ عہد اسلامی کی پہلی صدی کے اواخر تک صحابہ کرام نے سندھ و ہند کی سرزمین کو اپنے مقدس قدموں کی چاپ سے آشنا کیا۔ ۷۱۱ء میں محمد بن قاسم کی سپہ سالاری میں تو یہ علاقہ اموی خلافت کا ایک مستقل حصہ بن گیا بعد ازاں مختلف مسلمان سلاطین نے برصغیر میں ایک ہزار برس تک اپنی حکومت کو قائم و دائم رکھا۔ اس ایک ہزار سالہ مسلم قیادت کے دوران صوفیائے کرام علمائے عظام، شعراء اور ادیبوں نے مسلمانوں کی علمی روایت کو آگے بڑھایا۔ یہاں پر سینکڑوں خانقاہیں اور ہزاروں مدارس لاکھوں مساجد تعمیر کی گئیں۔ ان خانقاہوں مدارس اور مساجد کے ساتھ چھوٹے بڑے کتب خانے بھی قائم ہوئے، جن میں مختلف علوم و فنون کی حامل لاکھوں قلمی کتابیں ہمارے اسلاف کے روشن کارناموں پر شاہد عادل ہیں۔ برصغیر کی تقسیم کے باعث ہمارے بہت بڑے بڑے علمی ذخائر ہندوستان میں رہ گئے۔ مگر ہماری بدنصیبی کا اصل پہلو یہ ہے کہ قیام پاکستان کے چار سال بعد ۱۹۵۱ء میں حکومت نے کراچی میں نیشنل میوزیم آف پاکستان کی بنیاد رکھی اور اس کے حصول نوادرات کی حکمت عملی میں ایک پہلو حصول مخطوطات بھی قرار دیا گیا۔ ڈاکٹر سید عارف نوشاہی نے ۱۹۸۳ء میں اس ادارے کے خطی نسخوں کے ۴۲۶ھ فارسی مخطوطات کی

مجمل فہرست تیار کی جس کے مطابق اس سال تک اس کے کل مخطوطات کی تعداد ۳۹۴۶ تھی۔ گزشتہ بارہ سالوں میں مزید سینکڑوں مخطوطات اس ادارے میں خرید کیئے گئے ہیں مگر ان کا کوئی کیٹلاگ یا Handlist شائع نہیں کی گئی ہے۔

قیام پاکستان کے بعد کراچی کو دارالحکومت قرار دیا گیا تو یہاں پر لیاقت نیشنل لائبریری کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس کتب خانے کے مطبوعہ سٹاک میں ایک محدود تعداد مخطوطات کی بھی تھی مگر اس کا کوئی کیٹلاگ کبھی شائع نہیں کیا گیا۔ دارالحکومت کے اسلام آباد میں منتقل کرنے کے بعد نیشنل لائبریری کی عظیم الشان عمارت ایوان پارلیمنٹ اور سپریم کورٹ آف پاکستان کے عقب میں تعمیر کی گئی۔ اغلباً اس کا افتتاح ۱۹۹۳ء میں ہوا۔ ملک کے اس سب سے مرکزی کتب خانے میں مخطوطات کی تعداد ۵۴۲ ہے۔

مخطوطات کے ذخائر کے لحاظ سے پاکستان کا سب سے اہم اور قابل فخر ذخیرہ پنجاب یونیورسٹی لاہور میں ہے۔ یہ ملک کی بائیس جامعات میں سب سے قدیم علمی ادارہ ہے۔ اس کے مرکزی کتب خانے میں اٹھارہ ہزار قلمی نسخے موجود ہیں۔ جن میں عربی اور فارسی مخطوطات کی تعداد تقریباً دس ہزار ہے۔ سنسکرت اور ہندی کے قلمی نسخے ۸۶۷۱ کی تعداد میں ہیں۔ جبکہ پنجابی مخطوطات ۱۴۹ کی تعداد میں موجود ہیں۔ جامعہ پنجاب کے اس ذخیرہ مخطوطات میں بعض اہم ترین مخصی ذخائر کا تذکرہ ناگزیر ہے۔ ان میں سب سے اہم ذخیرہ پروفیسر حافظ محمود خان شیرانی کا ہے۔ اہل علم اور محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ پروفیسر شیرانی مرحوم سے بڑا مخطوطہ شناس ابھی تک برصغیر میں پیدا نہیں ہوا۔ عالمی سطح پر بھی پروفیسر شیرانی مرحوم کی ٹکر کے صرف چند ایک محققین موجود ہیں۔ ۱۹۴۲ء میں ڈاکٹر محمد بشیر حسین کی مرتبہ فہرست مخطوطات شیرانی کی تین جلدوں کے مطابق ۲۱۲۱ مخطوطات جامعہ پنجاب کو ۱۴۴۹۲ روپے میں فروخت کیئے۔ جب کہ ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی نے ان نسخوں کی تعداد ۲۱۰۰ لکھی ہے۔ بعدازاں ۱۹۹ مزید مخطوطات بھی انہوں نے جامعہ کے کتب خانے کی نذر کیئے۔ فارسی ادبیات کے اعتبار سے برصغیر میں یہ سب سے نادر ذخیرہ ہے۔

جامعہ پنجاب کے مرکزی کتب خانہ میں مخطوطات کے بہت سے نجی ذخائر ہدیۃ" یا تحفۃ" پیش کئے گئے ہیں۔ ان میں گنجینہ آذر کے پندرہ سو فارسی خطی نسخوں کی فہرست سید خضر عباس نوشاہی نے ۱۹۸۶ء میں مرتب کی ہے۔ ۱۹۸۲ میں شعبہ پنجابی' پنجاب یونیورسٹی کے تحقیقی مجلے "کھوج" کے قلمی نسخہ نمبر میں اس کتب خانے کے ۱۴۹ نسخوں کی مجمل فہرست دی گئی ہے۔ جامعہ پنجاب کے فارسی مخطوطات کی ایک مختصر دستی فہرست ڈاکٹر سید عبداللہ نے بھی تیار کی ہے۔ قاضی

عبدالنبی کوکب نے "الخزائن" کے نام سے پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے نادر عربی مخطوطات کی ایک مفصل فہرست تیار کی جس کی جلد اول میں ۸۱ مخطوطات کا تعارف شامل ہے۔ پاکستان میں شائع ہونے والی قلمی نسخوں کی فہارس میں ابھی تک یہ سب سے معیاری توضیحی فہرست ہے۔ جس طرز پر جامعہ پنجاب کے اس تمام ذخیرہ نوادرات کی توضیحی فہارس (Descriptive catalogues) مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔

پاکستان کے عوامی کتب خانوں میں پنجاب پبلک لائبریری لاہور ملک کا سب سے بڑا کتب خانہ ہے جو مشہور تاریخی عمارت بارہ دری وزیر خان میں ۱۸۸۴ء میں قائم ہوا۔ اس کے ذخیرہ مخطوطات میں ایک ہزار کے قریب قلمی نسخے عربی' فارسی' اردو' پنجابی' ہندی' کشمیری' ترکی اور پشتو زبانوں میں موجود ہیں۔ پروفیسر منظور احسن عباسی نے چار جلدوں میں اس کی تفصیل مرتب کی ہے۔ ۲۱۸ عربی مخطوطات کی فہرست ۱۹۵۷ء میں' ۵۸۸ فارسی مخطوطات کی فہرست ۱۹۶۳ء میں' ۵۴ مختلف زبانوں کے قلمی نسخوں کی فہرست ۱۹۶۴ء میں اور ۱۲۲ مخطوطات فارسیہ کی تفصیلی فہرست کا ضمیمہ ۱۹۶۶ء میں شائع ہوا۔ اس طرح سے ۹۸۱ مخطوطات کا تفصیلی تعارف ان فہرستوں میں موجود ہے۔ مگر فنی لحاظ سے یہ فہارس کمزور ہیں۔ ان میں جابجا تحقیقی اغلاط در آئی ہیں جو مناسب کتب مراجع و مصادر نہ ہونے کے باعث راہ پا گئی ہیں۔ گزشتہ تیس سال میں ان فہرستوں پر نظرثانی یا اضافے کے لئے کوئی کام سرانجام نہیں دیا گیا۔ اس کتب خانے کے بیت القرآن میں قرآن مجید' تفاسیر اور متعلقہ علوم کے مخطوطات کی دستی یا تفصیلی فہرست بھی ہنوز تیار نہیں کی گئی ہے۔

لاہور میں دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری ۱۹۲۸ء میں قائم کی گئی۔ برصغیر کی تقسیم تک اس میں چند ایک مخطوطات موجود تھے۔ تقسیم کے بعد یہ کتب خانہ بندش اور بربادی کے کئی مراحل سے دوچار ہوا۔ ۱۹۷۴ء میں خواجہ عبدالرشید اس کتب خانے کی مجلس منتظمہ کے چیئرمین بنے تو از سر نو مخطوطات کی خریداری کا ڈول ڈالا گیا۔ جس کے نتیجے میں ابھی تک ایک ہزار سے زائد قلمی نسخے خرید کئے گئے ہیں جن میں غالب تعداد عربی اور فارسی نسخوں کی ہے۔ ان مخطوطات کی تفصیلی فہرست پانچ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے جن میں تقریباً آٹھ سو نسخوں کے تعارفی کوائف فراہم کئے گئے ہیں۔ پہلی اور دوسری جلد مولانا سید محمد متین ہاشمی اور ساجدالرحمٰن صدیقی کی مشترکہ مساعی سے ترتیب پائی جب کہ باقی ماندہ تینوں جلدوں میں حافظ غلام حسین نے مولانا ہاشمی کی رہنمائی میں ان مخطوطات کے تفصیلی کوائف فراہم کئے ہیں۔ یہ کام ۱۹۷۵ء سے ۱۹۸۷ء تک جاری رہا۔

نیشنل میوزیم کراچی کا آغاز ۱۹۵۱ء میں ہوا۔ حصول نوادرات کے ضمن میں مخطوطات بھی شامل رہے۔ ۱۹۸۳ء تک اس میں مختلف زبانوں کے مخطوطات کی تعداد چار ہزار تھی۔ قومی سطح کے اس ذخیرہ مخطوطات کی ابھی تک دو فہرستوں کا ہمیں علم ہے جن میں سے ایک سید اشرف نوشاہی نے ۱۹۸۳ء میں مرتب کی جس میں صرف فارسی زبان کے خطی نسخوں کا تذکرہ درج ہے۔ ۱۰۷۷ صفحات پر مشتمل یہ فہرست مرکز تحقیقات فارسی، ایران و پاکستان اسلام آباد سے شائع ہوئی ہے۔ دوسری فہرست میں ۵۹۶ اردو مخطوطات کا احاطہ کیا گیا ہے جس میں قومی عجائب گھر پاکستان کے ۱۹۹۰ تک کے خرید کردہ نسخے شامل ہیں۔ فہرست مخطوطات اردو کے نام سے اسے ڈاکٹر ظفر اقبال نے مرتب کیا ہے۔ قومی سطح کے اس اہم ترین ذخیرہ مخطوطات کی مکمل زبان وار فہارس کی ترتیب کی اہم ضرورت ہے۔ نیز اس کے اہم مخطوطات کی توضیحی فہرست بھی تیار ہونی چاہیے۔

پاکستان میں ذخیرہ مخطوطات کا ایک اہم ادارہ "مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان" اسلام آباد میں قائم ہے۔ یہ ادارہ ۲۳ اکتوبر ۱۹۷۱ء کو پاکستان اور ایران کی حکومتوں کے ایک ثقافتی معاہدہ کے نتیجے میں وجود پذیر ہوا اس ادارے نے کتابخانہ گنج بخش کے نام سے ایک وسیع اور عظیم کتب خانہ قائم کیا ہے۔ جس نے پاکستان بھر سے مخطوطات خرید کر جمع کیے ہیں۔ اس ادارے نے اپنے قلمی نسخوں کی فہارس کے علاوہ پاکستان بھر کے سرکاری اور شخصی ذخیروں میں موجود فارسی نسخوں کی ایک جامع فہرست تیار کی ہے۔ احمد منزوی کی اس کاوش کے نتیجے میں ۱۳ جلدیں ۱۹۹۲ء تک شائع ہو چکی ہیں۔ "فہرست مشترک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان" کے عنوان سے شائع ہونے والی ان فہارس میں ساڑھے سترہ ہزار سے زائد قلمی نسخوں کے کوائف شامل کیے گئے ہیں اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ اس ادارے نے بعض دوسرے کتب خانوں کے مخطوطات بالخصوص فارسی قلمی نسخوں کی بھی فہارس تیار کی ہیں جن میں فہرست نسخہ ھای خطی فارسی، انجمن ترقی اردو کراچی، فہرست نسخہ ھائی خطی خواجہ ثناء اللہ خراباتی لاہور، فہرست نسخہ ھای خطی، موزہ ملی پاکستان کراچی، گنج بخش از محمد حسین تسبیحی شامل ہیں۔ جناب محمد حسین تسبیحی نے "کتابخانہ ھای پاکستان" کے عنوان سے پاکستانی کتابخانوں کی ایک فہرست ۱۹۷۷ء میں شائع کی ہے جس مین ۲۵۲، سرکاری، دینی، عوامی کتب خانوں اور شخصی کتابخانوں کے مخطوطات کے کوائف فراہم کیئے گئے ہیں مگر اس فہرست میں دیئے گئے اعداد و شمار پر کامل اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ مثال کے طور پر اس فہرست کے صفحہ ۵۰۵ پر کتابخانہ عمومی پنجاب پبلک لائبریری عقب عجائب گھر لاہور کے قلمی نسخوں کی تعداد ۲۰۰ ظاہر کی گئی ہے جب کہ اس کے ایک ہزار سے زائد قلمی نسخوں میں سے ۹۸۱

نسخوں کی چار فہرستیں بہت پہلے شائع ہو چکی ہیں۔

نیشنل میوزیم کراچی کے ذخیرہ مخطوطات کے بعد عجائب گھر لاہور کا ذخیرہ مخطوطات لائق توجہ ہے۔ اس ذخیرے میں ابھی تک ۱۴۰۰ عربی، فارسی، اردو، اور پنجابی کے مخطوطات حاصل کیے گئے ہیں۔ اس میں سے نفائس کو ایک گیلری کی صورت دے کر نمائش کے لئے رکھا گیا ہے۔ ان مخطوطات میں ایک محدود تعداد کی تین فہرستیں مجمل اور مفصل رشید احمد صاحب نے تیار کی ہیں۔ اسی طرح سے پشاور، حیدر آباد، کوئٹہ، بہاولپور اور دوسرے شہروں کے عجائب گھروں میں سے ایک معمولی تعداد مخطوطات کی نمائش کے لئے رکھی گئی ہے۔

پاکستان کی پبلک لائبریریوں میں سے سب سے بڑے ذخیرہ مخطوطات کا ذکر تو پنجاب پبلک لائبریری کے ذکر میں کیا جا چکا ہے۔ سنٹرل لائبریری بہاولپور میں ۱۱۹ پبلک لائبریری، خیرپور سندھ میں ۲۵۰، قائداعظم لائبریری لاہور میں ۵۰، نیشنل لائبریری اسلام آباد میں ۵۴۲، نیز لیاقت میونسپل لائبریری راولپنڈی، لیاقت پبلک لائبریری کراچی، پبلک لائبریری باغ، لانگے خان ملتان اور پبلک لائبریری سکھر میں بھی ایک تھوڑی سے تعداد قلمی نسخوں کی موجود ہے۔

ملک کے بعض علمی اداروں میں بھی مخطوطات کی ایک قابل ذکر تعداد موجو دہے۔ مگر افسوس کہ ان کی فہارس نہ ہونے کا باعث ان سے استفادہ کی راہیں مسدود ہو گئیں ہیں۔ ان اداروں میں انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالوجی حیدر آباد، سندھی ادبی بورڈ، حیدر آباد، پشتو اکیڈمی پشاور، پنجابی ادبی اکیڈمی لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، انجمن ترقی اردو کراچی، پشتو اکیڈمی پشاور اور ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد کے پاس بھی مخطوطات موجود ہیں۔ ان اداروں میں صرف انجمن ترقی اردو کراچی کے مخطوطات کی فہارس شائع ہو چکی ہیں۔ انجمن کے کل مخطوطات کی تعداد ۳۰۰۰ سے متجاوز ہے۔ ان میں سے اردو مخطوطات کی چھ جلدیں افسر صدیقی امروہوی اور سید سرفراز علی رضوی کے تعاون سے شائع ہو چکی ہیں۔ انجمن کے فارسی اور عربی مخطوطات کی بھی ایک فہرست سید سرفراز علی رضوی نے مرتب کی ہے۔ اس طرح انجمن کے فارسی مخطوطات کی ایک اور فہرست مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد کے ہاں سے شائع ہو چکی ہے۔

ہمدرد دواخانہ کے حکیم محمد سعید صاحب کی شخصیت معارف پروری میں بہت ممتاز ہے۔ انہوں نے ہمدرد کے کتابخانہ کو کراچی سے کچھ دور مدینۃ الحکمت میں منتقل کر دیا ہے۔ اس عظیم الشان لائبریری کا ایک شعبہ مخطوطات سے بھی متعلق ہے۔ جس میں کم و بیش ایک ہزار کے قریب قلمی نسخے موجود ہیں۔ ان کی دو فہارس شائع ہو چکی ہیں جن میں سے ایک سید خضر عباس

نوشاہی نے "فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی کتابخانہ ہمدرد کراچی" کے عنوان سے مرتب کی ہے اور اسے مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد نے شائع کیا ہے۔ جب کہ دوسری "توضیحی فہرست مخطوطات کتب خانہ ہمدرد جلد اول (طبی علوم) فضل اللہ فاروقی ندوی نے مرتب کی ہے اور اسے ہمدرد فاؤنڈیشن کراچی نے ۱۹۸۱ء میں شائع کیا ہے۔

**